رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسمان شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے ۷ سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ (الہام مسیح موعود)

فہرس مضامین

جلد ۶ | ۲۷ - اگست ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | ۱۹ - ذیقعد ۱۳۳۶ھ | نمبر ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بخیریت و عافیت ہیں بروز جمعہ حضور نے ڈاکٹر محمد الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن سکنہ ظفروال کا نکاح ۷ سو روپے مہر پر بابو محمد اسماعیل صاحب سٹیشن ماسٹر روڑکی کی لڑکی فاطمہ بیگم سے اور میاں عطا محمد صاحب سکنہ رہوں کا نکاح شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کی لڑکی امۃ الرحیم سے ساڑھے چھ سو روپے مہر پر پڑھا۔

ہفتہ مختتمہ ۲۲ - اگست میں مندرجہ ذیل مہمان آئے محمد اکبر صاحب ضلع ریاسی سے مفضل احمد صاحب ضلع سیالکوٹ سے۔ محمد امام علی صاحب ضلع مظفر گڈھ سے قطب الدین [illegible] لائل پور سے صالح محمد صاحب شہر سیالکوٹ سے

اخبار احمدیہ

غوث گڈھ کی کیفیت احمدیت کی برکت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے خادم میاں عبداللہ صاحب گلوبین سنوری لکھتے ہیں۔ عرصہ تیس سال کا ہوا جبکہ یہ عاجز بزرہ پٹواریان تبدیل ہو کر آیا۔ اس وقت اس حلقہ پٹوار میں تین گانوں کوٹالہ۔ سلانہ۔ غوث گڈھ تھے سب سے بڑا کوٹالہ تھا۔ یہ سب مسلمان جاٹوں کی آبادی کے ہیں پہلے میں کوٹالہ پہنچا۔ اس جگہ دل نہ لگا۔ دو گھنٹے ٹھہر کر سلانہ پہنچا۔ یہاں بھی دل نہ جما۔ آخر اسی دن غوث گڈھ پہنچا۔ اس گانوں کی سرحد میں پہنچتے ہی دل پر تسکین سی آ گئی۔ اور گانوں میں پہنچکر دل بہت ہی خوش ہوا۔ اس جگہ ڈیرہ لگا لیا۔ لوگوں سے محبت ہو گئی۔ سب سے پہلے نور محمد و ماہیا احمدی ہوئے۔ میں نے اس جگہ قرآن شریف بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔ تاکہ لوگ مانوس ہو کر سلسلہ کی طرف آجائیں خدا کے فضل سے یہ درس قرآن محض فی سبیل اللہ اس وقت تک برابر جاری ہے۔ ان ایام میں گانوں کی دینی و دنیاوی حالت نہایت ہی خراب تھی شرک بہت ہوتا تھا۔ لوگ بہت ہی مقروض تھے۔ صرف ایک گھر ایسا تھا جو آسودہ حال تھا۔ باقی سب کے سب بہت ہی دبے ہوئے تھے۔ مہاجنوں کا اس دیہہ میں بہت زور شور تھا۔ اکثر لوگ اس قدر مقروض تھے۔ کہ جن کی مخلصی کی کوئی امید نہ تھی۔

جوں ہی احمدیت کا قدم مبارک اس گانوں میں

آیا۔ گاؤں کی حالت دینی اور دنیاوی بدلنی شروع ہو گئی۔ قصہ مختصر آج اس دیہہ کی خدا کے فضل اور حضرت اقدس کی دعاؤں سے یہ حالت ہے کہ مہاجنوں کے قرضہ کا نام و نشان باقی نہیں۔ ہر ایک شخص کیا چھوٹا کیا بڑا۔ کیا مسکین کیا یتیم سب کے سب مہاجنوں کے پنجے سے نجات یافتہ ہیں اور اکثر ان میں بہت اچھے آسودہ ہیں۔

پہلے ان کی زمینیں لوگ لیتے تھے۔ اب یہ لوگ گرد و نواح کے دیہات کی زمین بیع و رہن خریدتے ہیں۔ جو مایوس الاولاد تھے۔ اُن کی گود میں لڑکے کھیلتے ہیں۔ اور یہ بات اس نواح میں مشہور ہے۔ کہ غوث گڈھ تڑاگی ہندو قرضہ سے سرخرو ہے۔ ایسا قرض سے سرخرو دوسرا گاؤں۔ لدھیانہ و روپڑ کے درمیان کہیں نظر نہیں آتا۔ اور دین کی یہ حالت ہے کہ کل گاؤں بجز ایک دو گھروں کے احمدی ہے۔ الحمد للہ ہمیشہ قریباً آدھی رات تک درس قرآن جاری رہتا ہے سب حضرت اقدس کی دعاؤں کی برکت کا معجزانہ اثر ہے۔ اور احمدیت کی اس دیہہ میں برکت نمایاں ہے۔ احمدیت کے برکات اس دیہہ میں اظہر من الشمس ہیں۔ حتیٰ کہ مخالف بھی اقرار کرتے ہیں۔ کہ یہ گاؤں کیا تھا۔ اور کیا بن گیا۔ اس تیس سال کے عرصہ میں کوئی مقدمہ فوجداری یا دیوانی اس دیہہ میں نہیں ہوا لوگ نیک ہیں۔

نائب تحصیلداری کے لئے نام منظور

خوشی کی بات ہے کہ چودھری عبداللہ خان صاحب احمدی نمبردار بہلول پور کے لڑکے ظفر اللہ خان صاحب کا نام جناب کمشنر صاحب بہادر ملتان نے براہ راست امیدواران نائب تحصیلداری میں منظور فرمایا ہے۔

ایک احمدی قتل کیا گیا

جناب میاں محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان لکھتے ہیں۔ شب ماہین ۱۳-۱۴ اگست ۱۹۱۸ء کو بمقام اسماعیلہ مولوی عطاء اللہ صاحب جو پرانے احمدی تھے اور سلسلہ کے متعلق خاص جوش رکھتے تھے۔ ایک مقدمہ کی بنا پر جس میں وہ .... مختار تھے فریق مخالف کے ہاتھ سے اپنے مکان میں پستول سے قتل کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون صاحب موصوف نے ۸۰ سال سے زیادہ عمر پائی مگر ہمت و استقامت جوانوں سے زیادہ تھی۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اور دعائے مغفرت کریں۔

موضع گنج میں تبلیغ

برادر فضل کریم صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ قلعہ صوبہ سنگھ اطلاع دیتے ہیں کہ موضع گنج ڈوگری تحصیل پسرور میں ۸ - ماہ اگست کو جلسہ احمدیہ منعقد ہوا۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی تشریف لائے تھے۔ جن کے ساتھ ایک مولوی کا مباحثہ ہوا۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ پانچ معزز اصحاب داخل سلسلہ ہوئے۔

ولادت

۱۵- اگست کو ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول قادیان کے ہاں اور ۷- اگست کو برادر بابو اصغر علی صاحب بٹالوی کے ہاں اولاد نرینہ متولد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آمین۔

درخواست دعا

جناب میاں تاج الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر کے لڑکے میاں مظفر الدین صاحب بغداد میں بد نیو بورڈ کے اکونٹس کلرک ہو کر گئے ہیں۔ ان کے لئے اور راجہ غلام محمد خاں پاڑی پور کشمیر اکثر بیمار رہتے ہیں۔ ان کی صحتیابی کے لئے۔ اور سید خواجہ معز حسین صاحب ٹھیکیدار کریم نگر کے لئے اور عبدالغفار صاحب ونگام کے لئے۔ برادر عبدالعزیز صاحب گجرات کی دین و دنیا کی بہتری کے لئے۔ اور برادر ابرار حسین صاحب کی اہلیہ بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے۔ منشی نبی بخش صاحب مدرس اجمیر اور مسمی نور محمد صاحب احمدی سکنہ اجمیر کے مقدموں کے لئے دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کی مدد فرمائے۔

نماز جنازہ

براد عبدالقادر صاحب سکنہ موضع فتح گڈھ فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

نظم

کوئی لے چلے مجھے قادیاں

کروں غم ستم کا میں کیا بیاں نہیں ملتی مجھکو کہیں اماں
کوئی لے چلے مجھے قادیاں کوئی لیچلے مجھے قادیاں

کوئی بیکسوں کی صدا سنے۔ کوئی عاصیوں کی ندا سنے
کوئی دل جلوں کی دعا سنے۔ کوئی لے چلے مجھے قادیاں

جو رہی سہی تھی نظر مری وہ طبیب کی ہی نذر ہوئی
نہ دوا ملی نہ شفا ہوئی۔ کوئی لے چلے مجھے قادیاں

ہے وہاں سنا کوئی خوبرو ہوا چرچا جس کا ہی کو بکو
ہے "کسیکی" شکل وہ ہو بہو کوئی لیچلے مجھے قادیاں

ہے جہاں میں ایک ہی گلستاں نہیں آئی جس پہ کبھی خزاں
ہے مسیح کا بھی وہی مکاں کوئی لے چلے مجھے قادیاں

کئی خوش نصیب فدا ہوئے کئی بد نصیب جدا ہوئے
کئی اس جگہ کے ہی ہو رہے۔ کوئی لیچلے مجھے قادیاں

یہ "پیام" آئے ہے روز کیا۔ جو ہو عشق دل میں تو روک کیا
بھلا نکلے کیسے نہ یہ صدا کوئی لیچلے مجھے قادیاں

مری آنکھ بن کے جو دیکھ تو کبھی تم نہ غیر کا نام لو
یہی دل میں ہو۔ یہی لب پہ ہو کوئی لیچلے مجھے قادیاں

وی پی آتے ہیں

ستمبر کا پہلا پرچہ ان دوستوں کے نام وی پی ہوگا۔ جن کا چندہ اخبار الفضل ماہ اگست ہی میں ختم ہو گیا ہے۔ جو صاحب واپس کریں گے ان کے نام کا پرچہ تا وصولی قیمت بذریعہ منی آرڈر بند رہیگا۔

کاغذ سخت گراں ہے۔ اور اخراجات طبع دگنے اس لئے احباب کو خریداروں کے بڑھانے میں خاص کوشش کرنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۲۷ اگست ۱۹۱۸ء

احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت

کسی گذشتہ پرچہ میں جناب مولوی شیر علی صاحب بی اے کا ایک مضمون "مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق جماعت احمدیہ کا فرض" کے عنوان سے جو انھوں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت لکھا ہے احمدی احباب کی توجہ کے لئے شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ جناب مولوی صاحب موصوف ایک عرصہ تک تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں۔ اور اس طرح ہمارے نوجوانوں کا کثیر حصہ ان کا شاگرد اور ان سے فیض یافتہ ہے۔ اس لئے امید ہی نہیں۔ بلکہ یقین ہے۔ کہ ان کی تحریر کو نہایت غور و فکر سے پڑھا جائیگا۔ اور اس کی تعمیل میں اپنے بچوں کو جلد سے جلد تعلیم پانے کے لئے تعلیم الاسلام سکول میں داخل کرایا جائیگا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ اس لئے اگر ہم کسی کام کے عیب و صواب پر نظر کریں۔ تو سب سے پہلے ہمارے سامنے اس کی مذہبی حیثیت آنی چاہئے۔ اس لحاظ سے اپنے مذہبی سکول کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں اس کے مفید ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا ممالک غیر میں تبلیغ کرنا ہمارے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں۔ اور احباب کو معلوم ہے۔ کہ بیرونی ممالک میں تبلیغ کا سلسلہ اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے کے ذریعہ جاری ہوا۔ پھر چودھری صاحب کے قائم مقام ولایت کے دوسرے مشنری قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی بھی اسی سکول کے تربیت یافتہ ہیں۔ اور مارشیس کے ہیڈ مشنری جناب صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے بھی اسی سکول کے فیض یافتہ ہیں۔ غرض ممالک غیر علی الخصوص مغربی ممالک میں تبلیغ احمدیت کی پہل کا سہرا اسی سکول کے سابق طلباء کے سر ہے۔ قطع نظر ان لوگوں کے جنہوں نے کلیتًا اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ عام طور پر اگر ان لوگوں کو بھی دیکھا جائے۔ جنہوں نے اس مدرسہ میں تعلیم پائی ہے تو دوسروں کی نسبت ان میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ طلباء کو دین سے واقفیت حاصل کرنے کے جو ذرائع یہاں میسر ہیں۔ وہ کسی اور جگہ نہیں ہیں۔ قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کا جس قدر یہاں خیال رکھا جاتا ہے۔ اور خدا کے فضل سے دینی تعلیم دینے والے ہمارے سکول کو جو وجود میسر ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ احباب خود واقف ہیں۔ ایسی حالت میں صاف ظاہر ہے۔ کہ بچوں کو یہاں نہ بھیجنا اور ایسے سکولوں میں داخل کرانا جہاں ان کی دینی تعلیم کا کچھ بھی خیال نہیں رکھا جاتا ان پر بہت بڑا ظلم کرنا ہے کیونکہ اس طرح انھیں دین سے بے پرواہ بنایا جاتا ہے۔ اور بے دینی کے گڑھے میں گرایا جاتا ہے۔ حالانکہ احمدی والدین کا یہ ضروری فرض ہے۔ کہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی ایسے لوگوں کے سپرد کریں جو دنیاوی تربیت کے ساتھ ساتھ اسے دینی تربیت بھی دیں۔ تاکہ جہاں اس کی عاقبت سنور جائے وہاں اس فرض منصبی سے بھی سبکدوش ہو سکے۔ جو احمدی ہونے کی وجہ سے اس پر عاید ہوتا ہے۔ یعنی دوسروں کو تبلیغ دین کر سکے۔ اور اسلام کا منور چہرہ ظلمت میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کو دکھا سکے۔ لیکن جب تک کوئی خود دین سے واقف نہ ہو اس وقت تک ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لئے احمدی احباب کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ اپنے بچوں کو قادیان میں۔ جو کہ دینی تعلیم کے لئے بطور گہوارہ کے ہیں پرورش کرائیں۔ اور خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے ان اسباب اور ذرائع سے فائدہ اٹھائیں جو اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے قادیان میں مہیا کئے ہوئے ہیں۔ ہماری سمجھ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ وہ احمدی جو یہاں کے فیوض اور برکات سے متمتع ہونے کے لئے ہر وقت بیتاب رہتے ہیں وہ کس طرح گوارا کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے بچے یہاں سے فیض حاصل کرنے سے محروم رہیں۔ جبکہ وہ اس فیض کے ساتھ ساتھ اس تعلیم کو بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ جو دوسری جگہ حاصل کی جاتی ہے پس وہ احباب جن کو خدا نے اولاد دی ہے غور فرماویں کہ ان کا اپنے بچوں کو یہاں نہ بھیجنا کیسا افسوسناک امر ہے۔ اور خاص کر ایسی حالت میں جبکہ دینی تعلیم ایسی نعمت کے علاوہ ہمارے سکول کے عام تعلیمی نتائج بھی کئی سال سے خاص طور پر شاندار نکل رہے ہیں۔

چنانچہ مولوی صدرالدین صاحب کے جانے کے بعد اور جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے کے ہیڈ ماسٹری کا چارج لینے کے پہلے ہی سال فقط ہائی کلاس کے ۲۵ طلباء یونیورسٹی کے امتحان میں شامل ہوئے جن میں سے اکیس پاس ہوئے۔ اور ایک طالبعلم نے پہلی مرتبہ وظیفہ بھی حاصل کیا اس سے دوسرے سال ۳۱ طالبعلم شریک امتحان ہوئے۔ جن میں سے ۲۶ پاس ہوئے۔ اور اس سال ۴۳ میں سے ۱۲ پاس ہوئے۔ غرض چند سال سے خداوند کریم کے فضل سے تعلیمی نتیجہ بہت اچھا نکل رہا ہے۔ جس کے لئے موجودہ ہیڈ ماسٹر صاحب اور سکول کا عملہ قابل مبارکباد ہے۔ اور جماعت کا فرض ہے۔ کہ ان کی اس محنت اور مشقت کی خاص طور پر داد دے۔ جو وہ احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کرتے ہیں۔ جس کی

سب سے آسان مگر عمدہ صورت یہی ہے۔ کہ ان کی زیر تربیت بہت سے بچوں رکھا جائے امید ہے اس طرف خاص طور سے توجہ کی جائیگی۔ اور اخراجات وغیرہ کے سوال کو روک نہ بننے دیا جائیگا۔ کیونکہ جب تعلیمی حیثیت سے بھی یہ مدرسہ چوٹی کے مدارس میں شامل ہے۔ اور مذہبی حیثیت میں تمام مدارس سے بہتر اور افضل ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ احمدی احباب اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے میں۔ اس پر کسی اور مدرسہ کو ترجیح دیں۔

"ستیارتھ پرکاش" کے متعلق ہمارے اعتراضات اور "پرکاش" کی پڑتال

کسی گذشتہ پرچہ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ اخبار "پرکاش" جس نے "درشین" کے خلاف شور مچانے میں آریہ اخبارات کا ساتھ نہ دیا تھا۔ آخر ان کے طعن و تشنیع سے تنگ آکر اسے بھی کچھ نہ کچھ لکھنا پڑا ہے۔ یہ الگ بات ہے، کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے۔ وہ دوسرے آریہ اخبارات کے لئے مفید ہے یا نہیں۔ پہلے نمبر میں تو "پرکاش" نے صرف آریہ اخبارات کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ اس وقت تک اس نے "درشین" کے خلاف کیوں کچھ نہیں لکھا۔ اور الفضل نے "ستیارتھ پرکاش" پر جو اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے متعلق کیوں خاموشی اختیار کی ہے۔ "درشین" کے خلاف نہ لکھنے کی تو اس نے یہ وجہ بتلائی کہ "ایک "درشین" کیا ہزاروں درشین" بھی آریہ سماج کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں" اور "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق یہ لکھا کہ:-

"اگلے ہفتہ ہم ان اعتراضات کی پڑتال کرینگے جو ہمارے مخالفوں نے ستیارتھ پرکاش پر کئے ہیں۔ اور اس کے بعد ان کے گھر کی خبر لینگے"

اس "اگلے ہفتہ" کا ہم نے اس خیال سے بڑے شوق کے ساتھ انتظار کیا۔ کہ اور تو کوئی آریہ اخبار ہمارے کسی ایک اعتراض کا بھی جواب نہیں دیسکا ممکن ہے "پرکاش" کے پاس کوئی ایسا جواب ہو۔ جسے اس نے اپنی بہادری جتلانے کے لئے چھپائے رکھا ہو۔ اور اب جبکہ تمام آریہ اخبارات اپنا سا منھ لیکر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ پیش کرے۔ لیکن ہماری حیرانی اور تعجب کی اس وقت کوئی حد نہ رہی جب اگلے ہفتہ کے پرکاش میں "ستیارتھ پرکاش" کے اعتراضات کی پڑتال کی بجائے ہماری نظر سے یہ سطور گذریں کہ

ہم احمدی اخبارات کے استغاثہ کو جو انھوں نے "ستیارتھ پرکاش" کے خلاف دائر کیا ہے۔ خارج کرتے ہیں۔ اور انھیں کہتے ہیں کہ "درشین" کے متعلق اپنا ڈیفنس پیش کرو۔ اس وقت حکومت کی عدالت میں "درشین" کا مقدمہ دائر ہے "ستیارتھ پرکاش" کا نہیں۔ جس وقت "ستیارتھ پرکاش" کا مقدمہ پیش ہوگا۔ ہم جواب دیں گے۔ ہمارے مخالف جانتے ہیں۔ کہ اس سے پہلے ہم کئی بار جواب دے چکے ہیں۔ ہم الزامات سے گھبرایا نہیں کرتے کئی بار جواب دیچکے ہیں اور باعزت بری ہو چکے ہیں"

یہ ہے ایڈیٹر صاحب پرکاش کی پڑتال جو انھوں نے "ستیارتھ پرکاش" کے اعتراضات کے متعلق کرنیکا دعویٰ کیا تھا۔ پڑتال تو کیا کرنی تھی آپ نے مجسٹریٹ درجہ نامعلوم کی کرسی پر بیٹھکر یہ فیصلہ فرمادیا کہ "ہم احمدی اخبارات کے استغاثہ کو۔ جو انھوں نے "ستیارتھ پرکاش" کے خلاف دائر کیا ہے۔ خارج کرتے ہیں" معلوم نہیں کب سے انھیں خواہ مخواہ کی مجسٹریٹی کے اختیارات تفویض ہوئے ہیں۔ کہ اپنے اوپر دائر شدہ استغاثوں کو ایک کشش قلم سے خارج کرنے لگ گئے ہیں۔ اگر وہ اپنی پوزیشن کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ کہ جس استغاثہ کو ان کا جی چاہے خارج کردیں اور وہ واقعی خارج بھی ہو جاتا ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں انھوں نے اس وقت تک... اس استغاثہ کو خارج نہیں فرمادیا۔ جو ان کی ذات خاص کے خلاف "آریہ پتر کا" اور "آریہ گزٹ" نے "گوشت خوری" کے متعلق دائر کر رکھا ہے۔ اور جس کی معیاد یہاں تک بڑھ گئی ہے۔ کہ ان کی لڑکی کے متعلق "ناپسندیدہ حالات کی تشہیر ہو رہی ہے" لیکن اگر اس استغاثہ کو خارج کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ تو یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ "ستیارتھ پرکاش" کے خلاف ہمارے استغاثہ کو خارج کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ اور نہ ان کے یہ کہدینے سے ہمارا یہ استغاثہ خارج ہو سکتا ہے۔ اس کی تو ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارے اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ اور انکو غلط ثابت کرکے دکھلایا جائے لیکن ایسا نہ اب تک کسی آریہ اخبار سے ہو سکا ہے۔ اور نہ آئندہ ہو سکیگا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے اعتراضات کا آریوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ ایڈیٹر صاحب "پرکاش" خود ہی غور فرمادیں کہ ہماری اعتراضات کی جو ہم نے "ستیارتھ پرکاش" پر کئے ہیں۔ یہ بھی کوئی پڑتال ہے کہ "جبوقت "ستیارتھ پرکاش" کا مقدمہ پیش ہوگا۔ ہم جواب دینگے"۔ پھر کیا ہمارے اعتراضات کا یہ بھی کوئی جواب ہے۔ کہ "ہم الزامات سے گھبرایا نہیں کرتے۔ کئی بار جواب دیچکے ہیں۔ اور باعزت طور پر بری ہو چکے ہیں"

اگر ابھی تک "ستیارتھ پرکاش" کا مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا تھا۔ تو آپنے ہمارے اعتراضات کی پڑتال کا وعدہ ہی کیوں کیا تھا۔ اور اگر آپ پہلے کئی بار جواب دیچکے ہیں۔ تو ایکبار دینے میں کیا حرج ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ سب فضول عذرات ہیں۔ نہ تو کبھی آپ لوگوں سے پہلے جواب بن پڑا اور نہ اب بن پڑیگا۔ بہتر ہوتا کہ ایڈیٹر صاحب "پرکاش" جہاں اتنا عرصہ پہلے خاموش رہے تھے۔ وہاں اب بھی خاموش ہی رہتے۔ اور اس طرح "ستیارتھ پرکاش" کے اعتراضات کا جواب دینے کا وعدہ کرکے کرکری نہ کراتے لیکن اب جبکہ خواہ مخواہ انھوں نے اپنے آپ کو اس جھمیلے میں پھنسا دیا ہے۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ ہمارے ہر ایک اعتراض کا جواب دیں۔ اور صرف یہ کہکر اپنی خلاصی نہ سمجھ لیں کہ کئی بار جواب دیئے جا چکے ہیں۔ کیا ہم ان سے اس بات کی امید رکھیں۔

احمدیہ مشن لنڈن

خدا تعالیٰ ان مسلمان کہلانے والوں کو سمجھ دے۔ جو اشاعت اسلام کے متعلق خود تو نہ کچھ کر رہے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جو اس غرض کے لئے خدا کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش اور سعی کرتے رہتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کے دل میں اسلام کی کچھ بھی محبت ہوتی۔ تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ لیکن مصیبت تو یہی ہے۔ کہ اسلام سے انہیں کوئی الفت نہیں رہی۔ اس لئے اشاعت اسلام کے لئے کوشش کرنے والوں کی ان کے دل میں کوئی قدر ہی نہیں ہے۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا ایک معزز غیر احمدی سید حسن صاحب دہلوی بیرسٹر ایٹ لا کی طرف سے مختلف اخبارات میں "احمدیہ مشن لنڈن" کے متعلق ایک مختصر سا مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر ہمارے مبلغین جناب مفتی محمد صادق صاحب اور جناب قاضی عبد اللہ صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی کی کامیاب تبلیغی کوششوں کا نہایت کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ احمدیہ مشن ولایت میں بہت جلد ترقی کر کے ایک بڑا درخت بن جائیگا۔

جناب بیرسٹر صاحب موصوف کے اس مضمون کے متعلق کوئی صاحب محمد مظفر پیسہ اخبار میں اس حسد اور کینہ سے جل بھن کر جو انہیں جماعت احمدیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ وو کنگ مشن کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ :-

"ابھی انگریزوں کو اسلام کی دعوت دیجا رہی ہے۔ اور وہ آہوئے رم خوردہ کی طرح آہستہ آہستہ مدینۃ الاسلام کی طرف آ رہے ہیں۔ کہ انہیں مرزائیت کے عسیر الفہم مسائل سنا کر چونکا دیا جاتا ہے اور انہیں وحشت زدہ کیا جاتا ہے.... اس قسم کی باتوں سے بجائے اشاعت اسلام کے اسلام سے بیزاری پھیلائی جاتی ہے۔ اس سے انگلستان والوں کو اسلام ایک مضحک اور بازیچہ نظر آئیگا۔ حالانکہ اسلام کو اگر اس کے اصلی رنگ میں دیکھا جائے تو دنیا کا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

یہاں ہم اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ کہ آیا "مرزائیت" کے وہی مسائل ہیں۔ جو اسلام کے ہیں یا کوئی اور۔ صاحب موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ایک ایسے معزز شخص کے مقابلہ میں جس نے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر نہ صرف احمدیہ مشن کی اس وقت تک کی کارگذاری اور کامیابی کا نہایت صفائی سے اعتراف کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ مشن اس ملک میں بہت جلد ترقی کر کے ایک بڑا درخت بنیگا۔" آپکی رائے کیا وقعت رکھتی ہے۔ جنہیں خود ہمارے مشن سے آگاہی حاصل کرنے اس کی کوششوں کا مشاہدہ کرنے اور اس کی کارگذاریوں کا مطالعہ کرنیکا موقعہ ہی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر ہزاروں میل کے معاملات پر رائے زنی کرنا یقیناً اس شخص کی رائے کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتا جسے شاہد عینی ہونیکا فخر حاصل ہو۔ پس آپ کا احمدیت کے مسائل کو اہل یورپ کے لئے عسیر الفہم قرار دینا۔ اور ہمارے مبلغین کی انہیں وحشت زدہ کرنے والا کہنا کسی واقعیت اور حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ محض اس حسد اور بغض کی وجہ سے ہے جو آپ ایسے لوگوں کو جماعت احمدیہ اور اس کی تبلیغی کوششوں سے ہے اس لئے سمجھدار لوگوں کے نزدیک ہرگز قابل توجہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی لغویت یوں بھی ظاہر ہے۔ کہ کوئی سمجھدار یہ ماننے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگا۔ کہ احمدیت کے وہ مسائل جنہیں پنجاب اور ہندوستان کے لوگوں نے سمجھ لیا۔ اور دن بدن سمجھتے چلے جا رہے ہیں انہیں جب اہل یورپ کے سامنے رکھا جاتا ہے تو ان کے لئے عسیر الفہم ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ سمجھ اور عقل کے لحاظ سے اہل ہند سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ان باتوں کو نہ سمجھ لیں جنہیں اہل ہند میں سے بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ وہ خوب سمجھ سکتے ہیں چنانچہ اس وقت تک خدا کے فضل و کرم سے کئی ایک مرد و عورت داخل سلسلہ ہو چکے ہیں۔ اور دن بدن ہو رہے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اہل یورپ کو اسلام کے متعلق وحشت زدہ نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ اصل اسلام کا دالہ و شیدا بنایا جا رہا ہے۔ ہم پیشتر ازیں بھی کئی بار کہ چکے ہیں۔ اور اب بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم تو اسی اسلام کو اہل یورپ کے سامنے پیش کریں گے۔ جو ہمارے نزدیک اصلی اسلام ہے۔ اگر کوئی اسے اصل اسلام نہیں سمجھتا۔ تو اسے کون روکتا ہے۔ کہ اس کے نزدیک جو اصلی اسلام ہے اسے پیش نہ کرے مگر خود کچھ نہ کرنا اور ہمارے مبلغین کے راستہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے اگر آپ لوگ اسلام سے کچھ تعلق اور محبت رکھتے ہیں۔ تو کچھ کر کے دکھلائیے۔ اور ہمارے مصروف اوقات میں مخل نہ ہوجئے۔

الناظر

ملفوظات نور یہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی مختلف تقریروں وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ جو ۱۸×۲۲ کے ۵۷ صفحات پر سفید کاغذ اور معمولی لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع ہوا ہے جسے شیخ رحیم بخش صاحب احمدی مالک اڈین بک ایجنسی امرتسر نے شائع کر کے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کے شائقین کی ایک دیرینہ آرزو پوری کی ہے۔ احباب کو چاہیے کہ اس رسالہ کو خرید کر ضرور فائدہ اٹھائیں اور شیخ صاحب موصوف کے لئے اس کے دوسرے

صوبجات متحدہ میں ستیارتھ پرکاش کے خلاف آواز

اس صوبہ کا معزز اور متین "آگرہ اخبار" جو نصف صدی سے نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق لکھتا ہے :۔

"ہمارے ہمعصر موقر "الفضل" قادیان نے اس کتاب متعصب انتساب کے متعلق اپنے کالموں میں سلسل طور پر بہت کچھ لکھا اور اصل کتاب کے دیکھنے سے ہم بھی آخر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ ہمعصر موصوف کے تمام ریمارک جو اس کتاب کے خلاف کئے گئے ہیں بالکل بجا درست اور قابل لحاظ ہیں۔ جیسا کہ ہمیں اکثر تعلیم یافتہ آریہ صاحبان کی زبانی معلوم ہوا یہ کوئی اُن کی مذہبی کتاب نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس کے ترتیب دینے والے سوامی دیانند ہیں۔ اور وہ مذہب کے بیاج کے موجد ہیں۔ اس لئے قدر و عزت کی نگاہ سے ضرور دیکھی جاتی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصنف نے اپنی ذاتی قابلیت اور ہمہ دانی کے اظہار کے لئے اس کتاب کو پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور حیال طور تمام بڑے بڑے مذاہب پر حملہ کیا ہے۔ چنانچہ اُن کی زبان بے لگام سے نہ تو عیسائی مذہب محفوظ رہا۔ نہ اسلام۔ انجیل مقدس پر ہزاروں اعتراض گھڑ ڈالے اور قرآن معظم پر سینکڑوں حاشئے چڑھا دیئے ہم بجز اس کے کہ سوامی جی کی اُس جرأت پر ہنسیں اور اُنکی اس حرکت کو بہ نظر تضحیک دیکھیں۔ اور کیا کر سکتے ہیں۔ مگر ہاں جاہل طبقوں میں اس قسم کی کتابوں سے بیحد غلط فہمی پھیل سکتی ہے۔ اس کتاب کے پہلے چند حصے تو نفس پرستی تک محدود ہیں مثلاً نیوگ وغیرہ۔ اس کے بعد بت پرستی کے خلاف ایک عام مجاہدہ ہے۔ اور اس کے بعد دنیا کے خاص مذاہب پر اعتراضات ہیں۔

اصول مذاہب پر اعتراض کرنا۔ یا ان معاملات میں تخصیصی مضامین لکھنا جن کا تعلق کسی مذہب سے ہے۔ کوئی نقصان کی بات نہیں ہے لیکن آسمانی کتابوں کے مفہوم و مطالب کو بگاڑ کر اپنا سا کر لینا بدترین جرم اور بدترین تعصب ہے جس کی مثال بہت کم طبقوں میں نظر آتی ہے۔

"ستیارتھ پرکاش" کے مصنف نے اسے علم معانی کا منظر تعبیر کیا ہے۔ مگر ہم اسے درحقیقت اشتہارات نفسانی کا جوہر کہہ سکتے ہیں۔ اور بس جن پیشوایان دین کو اصلاح خلق مقصود ہوتی ہے وہ ایسی کتابیں ہرگز تالیف نہیں کرتے۔ اگر سوامی جی کو بھی کسی خاص فرقے یا طبقے کی اصلاح مقصود تھی تو انھیں اس کتاب کو حدود اصلاح تک محدود رکھنا چاہیئے تھا۔ آسمانی کتابوں پر اعتراض بیجا کرنے سے انھیں اس کے سوا اور کچھ فائدہ نہ پہنچا کہ دوسروں کا دل دُکھا۔ اور اُن کا کام نہ ہو سکا۔ بھلا پھر ایسے کام سے کیا فائدہ۔ بیشک ہم گورنمنٹ کو بڑے زور کے ساتھ متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ یا تو اس کتاب کی اشاعت کو بالکل بند کر دے اور اگر پوری کتاب کی اشاعت اُس کی نگاہوں میں قابل انسداد نہ ہو تو کم از کم اس کتاب کے وہ حصے جس میں آسمانی کتابوں مثلاً انجیل اور قرآن شریف پر رکیک اور بے معنی حملے کئے گئے ہیں ضرور قانوناً ناقابل اشاعت قرار دے۔ کیونکہ مسلمان اپنی مذہبی کتاب کے متعلق ایسی بیہودہ گوئی دیکھنا کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔ اور جہاں تک ہمارا خیال ہے عیسائی بھی انجیل شریف کی اس بیحرمتی کو ٹھنڈے دل سے برداشت نہ کر سکیں گے۔

بیشک یہ زمانہ آزادی کا ہے۔ اور ہر مذہب کو زیر سایہ برطانیہ توسیع و تبلیغ کی ساری اجازت و آزادی حاصل ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ ایک مسلمان وید یا انجیل کے اسباق کو اپنے مفہوم کے موافق ترجمہ کر کے پبلک کو مغالطہ میں ڈالے۔ یا ایک ہندو قرآن شریف کا بے محل اور بیجا ترجمہ کر کے مخلوق الٰہی کے خیالات میں تبدیلی پیدا کرے۔ یا ایک عیسائی انجیل کے ساتھ ساتھ کسی دوسری آسمانی کتاب کو بلا کر اُس کی تفسیر کرے۔ بہرحال آسمانی کتابوں کا احترام لازمی ہے۔ اگر گورنمنٹ ایسے منہ پھٹ متعصب لوگوں کی زبان اور قلم کو روکنا اپنی دی ہوئی آزادی کے خلاف سمجھتی ہے۔ تو کم از کم وہ ایک ایسا قانون ضرور پاس کر سکتی ہے جس کی رو سے تمام الہامی اور آسمانی کتابوں کا احترام ہر قوم پر فرض ہو جائے۔ اور گو ایک شخص دوسرے کی کتاب کو ماننے کے لئے مجبور نہ ہو تاہم اُس کی بے حرمتی تقریراً تحریراً اشارۃً یا کنایۃً بھی نہ کر سکے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس طرف ضرور توجہ فرمائیگی۔ اور "سب سے پہلے ستیارتھ پرکاش" کی لاطائل غلط بیانیوں کا مناسب انتظام کریگی۔

کتاب "کشتی نوح" دوبارہ چھپ گئی

کچھ عرصہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف فرمودہ کتاب "کشتی نوح" ختم ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ اسمیں حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو ایسی تعلیم دی ہے جس پر عمل کرنا ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ اس لئے باوجود کاغذ وغیرہ کی گرانی اور مشکلات کے حال میں اس کا دوسرا ایڈیشن اعلیٰ درجہ کے سفید کاغذ پر شائع ہوا ہے۔ جو ۵ر قیمت پر قادیان کے کتب فروشوں سے مل سکتا ہے۔ جن احباب کے پاس نہ ہو بہت جلدی منگوالیں۔ تاکہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی سالانہ جلسہ کی تقریریں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی سالانہ جلسہ ۱۹۱۷ء کی تقریریں عمدہ لکھائی چھپائی کیساتھ بہت عمدہ کاغذ پر چھپکر تیار ہو گئیں قیمت فی کاپی ۱۰/ احباب بہت جلد خریداری کی درخواستیں [illegible] الفضل)

ویدک نجات

گزشتہ سے پیوستہ

اُس شخص کی جو مکتی خانہ سے نکالا جائے۔ کیا حالت ہوتی ہوگی۔ اُس وقت کا فوٹو یہاں کھینچنا ہمارے احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ شخص جس نے ہزاروں ہزار رنج وغم سہے آلام و مصائب کا سامنا کیا الغرض ہر مصیبت کے وقت ثابت قدم رہا محض اس لئے کہ آخر وہ اُس دلبر یگانہ کے قرب سے مستفیض ہو اور اس حقیقی سرور کو حاصل کرے۔ مگر جب اُس کو یہ نعمت دیکر پھر چھین لی جائے۔ تو خیال کرنے کی جگہ ہے اُس حرمان نصیب لاچار و مہجور غم میں ڈوبے ہوئے ستم رسیدہ کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔

ہم کہتے ہیں۔ اگر واقعی ویدک ایشور مکتی خانہ سے نکال دیتا ہو تو خدارا انصاف سے بتائیے۔ کہ کیا وہ انسان پھر بھی کبھی ایسے ایشور کی اطاعت کا خیال دل میں لائیگا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دور سے ہی سلام کہیگا۔ بلکہ ہمارے خیال میں تو مکتی خانہ سے نکلتے وقت ہی ایشور کو سنا دیگا کہ ؎

اب تو کچھ جان کے جان تجھ پہ کریں گے قربان
ہم تو اُس روز کو پچھتاتے ہیں جب دل تھا دیا

دائمی مکتی نہ دینے کی وجہ

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا ویدک ایشور ایسا کرنے پر قادر نہیں کہ "دائمی مکتی" دے۔ اس کا جواب صاف ہے۔ کہ وہ "دائمی مکتی" دے تو سکتا ہے۔ مگر نہ دینے پر مجبور و لاچار ہے۔ اور اس لاچاری کی وجہ بقول سوامی جی یہی ہے۔ کہ روح اور مادہ خدا کی طرح ازلی ہیں۔ اور خدا روح یا مادہ کے خلق پر ہرگز ہرگز قادر نہیں۔ ورنہ اگر وہ واقعی اس امر پہ قادر ہوتا تو ضرور اپنے بندوں کو دائمی نجات بخشتا۔ مگر اس حالت میں اگر وہ انسانوں کو دائمی مکتی دیتا جائے تو آخر ایک وقت ایسا بھی آجائیگا۔ کہ سب ارواح مکتی خانہ میں داخل ہو جائیں گی۔ اور بعد اس کے اگر ویدک پرمیشور چاہے۔ کہ میں دنیا پھر بناؤں۔ اور اس میں جاندار قرار پکڑیں تو وہ اپنے اس ارادہ میں ہرگز کامیاب و بامراد نہ ہو سکیگا۔ کیونکہ اُس کے قبضہ میں ارواح تو ہیں ہی نہیں۔ کہ جن کو وہ دنیا میں بھیجے۔ مگر چونکہ دنیا کا رہنا اس کے لئے ضروری ہے۔ تا سلسلہ خدائی قائم رہے۔ اس لئے وہ ارواح کو دائمی نجات نہیں دیتا۔ بلکہ کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے نکال کے دنیا کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے پھر تناسخ کے چکر میں ڈالتا ہے۔

یہ ہم نے اپنی طرف سے نہیں لکھدیا۔ بلکہ سوامی جی بھی ایسا لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں

"اگر مکتی سے لوٹ کر کوئی بھی جیو اس دنیا میں نہ آئے۔ تو دنیا کا سلسلہ ٹوٹ جانا چاہئے یعنی جیو ختم ہو جانے چاہئیں" (ستیارتھ ص ۲۷۵)

پھر معترض کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ جس قدر جیو مکت ہوتے ہیں۔ ایشور اسی قدر پیدا کر کے دنیا میں رکھ دیتا ہے۔ اس لئے خاتمہ نہیں ہوتا۔ فرماتے ہیں۔

"نیز مکتی کے مقام پر بہت سی بھیڑ اڑ جائیگی کیونکہ آمد زیادہ اور نکاس کچھ بھی نہ ہونے کی وجہ سے وہاں زیادتی کا کچھ وارپار نہیں رہیگا اور دکھ کے انوبھو حاصل کرنے کے بغیر سکھ کچھ نہیں ہو سکتا۔ جیسے کڑوا نہ ہو تو میٹھا کیا۔ اور میٹھا نہ ہو تو کڑوا کس کو کہیں۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ جس قدر بوجھ کوئی اُٹھا سکتا ہو اُسی قدر اُس پر رکھنا عقلمندوں کا کام ہے۔ جیسے ایک من بوجھ اُٹھا سکنے والے کے سر پر دس من رکھنے سے بوجھ رکھنے والے کی برائی ہوا کرتی ہے۔ ویسے ہی ذرا سے علم اور ذرا سی طاقت والے جیو پر لا انتہا سکھ کا بوجھ رکھ دینا۔ ایشور کے لئے ٹھیک نہیں۔ نیز اگر پرمیشور نئے جیو پیدا کرتا ہے تو جس مادہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ ختم ہو جاویگا۔ کیونکہ چاہے کتنا ہی بڑا خزانہ ہو اُس میں خرچ ہے۔ اور آمد نہیں تو اُس کا کبھی نہ کبھی دیوالہ نکل ہی جاتا ہے۔ اس لئے یہی قاعدہ صحیح ہے۔ کہ مکتی میں جانا۔ پھر وہاں سے واپس آنا اچھا ہے۔ کیا تھوڑی قید کی نسبت عمر بھر کی قید یا پھانسی کو کوئی سزا پانے والا اچھا سمجھتا ہے۔ اگر وہاں سے نہ آنا ہو۔ تو عمر بھر قید سے اتنا ہی فرق ہے کہ وہاں مزدوری نہیں کرنی پڑتی" (ستیارتھ پرکاش ص ۲۷۵ و ۲۷۶ سمولاس ۹)

آریوں کے مہرشی کا جیسا دماغ تھا۔ ویسے ہی اُس سے مسائل نکلتے تھے۔ معترض کے سوال کا کیا ہی لطیف جواب دیا ہے۔ تمام فلاسفیاں اس بیان کے آگے ماند ہیں۔ واقعی آریوں کو اپنے مہرشی پر جتنا ناز ہو تھوڑا ہے۔

مکتی نہیں بلکہ دکھ یا پھانسی

محدود مکتی کے اثبات میں آریہ صاحبان کے مہرشی نے کیا عمدہ دلائل دیئے ہیں کہیں تو مکتی کو بوجھ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہیں "کڑوے میٹھے" کی مثال سے اپنے مطلب کو سدھ کیا چاہتے ہیں۔ کہیں فرماتے ہیں "کیا تھوڑی قید کی نسبت عمر بھر کی قید یا پھانسی کو کوئی سزا پانیوالا اچھا سمجھتا ہے"

معلوم ہوا کہ مکتی حقیقت میں مکتی نہیں جس کو کہ نجات کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلکہ ویدک دھرم کی مکتی اصل میں دکھ یا قید۔ پھانسی وغیرہ کے مثل کی کوئی چیز ہے ناظرین آپ کو معلوم ہو گیا کہ ویدک نجات کس چیز کا نام ہے۔ یہ وہ نجات نہیں جس کو دیگر مذاہب یا اسلام دنیا میں پیش کرتا ہے۔ بلکہ یہ کوئی قید وغیرہ میں سے ہے۔

کیا ویدک دھرمی مہاتما اس مکتی کی دعوت دنیا بھر کے لوگوں کو دیتے ہیں جس کی حقیقت یہ ہے۔

ہم نے محولہ بالا عبارت کے جو الفاظ جلی کر دیئے

ہیں۔ ناظرین اُن کو پڑھ کے ضرور تسلیم کر لیں گے۔ کہ پرمیشور اپنے بندوں کو دائمی مکتی اس لئے نہیں دیتا کہ اگر دیدے تو جلی الفاظ والی عبارت کا مصداق یعنی دیوالیہ ٹھہرے۔

مکتی کے وسائل کی حقیقت

یہ تو ہوا مکتی کی تعریف کے متعلق۔ اب ہم اس کے وسائل کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ آیا یہ وسائل ایسے ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان دائمی مکتی نہیں۔ تو کم از کم ایسی ہی ناقص مکتی پا سکے جس کو وید پیش کرتے ہیں۔ سوامی جی نے وسائل نجات کا اصل الاصول ویدوں کی متابعت بتلائی ہے۔ جو ان پر عمل پیرا ہوگا وہی نجات حاصل کرنیکا مستحق ہے۔ دوسرا نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ویدوں کی تعلیم ایسی ہے کہ جس پر چل کے انسان مکتی پا سکے۔ اس وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ویدوں پر پورا پورا عمل کرنے والا کوئی شخص ہوا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی ایسا انسان ہی نہیں۔ جو ویدوں کی تعلیم پر پورا پورا عمل پیرا ہو سکا ہو تو ویدک دھرمی مکتی عبث ٹھہری۔ ہاں اگر آریہ صاحبان کہیں کہ ایسے کئی اشخاص ہیں۔ جو کامل طور پر ویدک تعلیم پر عمل کر کے مکتی تک جا پہنچے۔ جیسا کہ "مہرشی دیانند" "آریہ مسافر" وغیرہ۔

کیا مہرشی دیانند" و "آریہ مسافر" مکتی پا گئے

اب ہم دیکھیں گے کہ آیا حقیقتاً آریوں کے یہ ہر دو بزرگ مکتی پا گئے یا ناکام رہے

اگر یہ مکتی پا سکے ہیں۔ تو پھر ممکن ہوا اور ماننا پڑا کہ ویدک دھرم میں رہکر انسان کامل طور پر نہیں تو ناقص مکتی تو ضرور پا سکتا ہے اور برخلاف اس کے یہ ثابت ہو گیا (جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا) کہ یہ ہر دو بزرگ آریہ سماج بھی مکتی کو حاصل نہیں کر سکے جن کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ویدوں کے پورے پورے عامل تھے۔ تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا کہ ویدک دھرم میں نجات ناممکن ہے۔ خواہ وہ کامل ہو یا ناقص۔

پرمیشور گناہ نہیں معاف کرتا۔

سب سے پہلا اصل جو ویدوں کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان سے جو گناہ سرزد ہو جائیں۔ وہ ہرگز پرمیشور معاف نہیں کرتا۔ جب تک کہ اُن کی سزا نہ دے لے۔ جیسا کہ سوامی جی بھی لکھتے ہیں۔

"ایک یہ بھی تمھارا نقص ہے کہ جو پچھتانا (توبہ) اور پرارتھنا (دعا) سے گناہوں کا دفعیہ مانتے ہو۔ اس بات سے دنیا میں بہت سے گناہ بڑھ گئے ہیں"

(یہ عیسائی مذہب کے ہیں) ستیارتھ صفحہ ۴۴۲

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"سوال۔ کیا ستتی وغیرہ کرنے سے ایشور اپنا قانون توڑ کر ستتی پرارتھنا کرنیوالے کا پاپ دور کردیگا۔

جواب سوامی جی "نہیں" ستیارتھ صفحہ ۲۰۰

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

"سوال ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہیں۔

جواب (از سوامی جی) نہیں۔ کیونکہ اگر پاپ معاف کرے۔ تو اس کا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان سخت پاپی ہو جائیں الخ"

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳

اور بھی کئی ایک جگہ سوامی جی نے اس امر کی کہ "خدا گناہ معاف کرتا ہے" سخت الفاظ میں مخالفت کی ہے۔

سو اب اس اصل کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کیا "مہرشی دیانند" اور "آریہ مسافر" سے تمام زندگی میں کوئی گناہ سرزد ہوا یا نہیں۔ اگر واقعی کوئی گناہ ان سے ظہور میں نہیں آیا۔ اور ان کی زندگی معصومیت کی تھی تو وہ مکتی پا گئے۔ اور ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ کہ "ویدک دھرم میں نجات ممکن ہے۔ اور اگر خلاف ہوا تو ناظرین خود نتیجہ نکال لینگے۔ کہ آیا ویدک دھرم میں نجات مل سکتی ہے۔ یا نہیں۔

پنڈت دیانند کی سوانح پر نظر

جب ہم مہرشی دیانند کی سوانح پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں اُن کی زندگی معصوم نظر نہیں آتی۔ بلکہ کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ جسے ہم اپنے الفاظ میں یہاں نقل کرنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ سوامی جی کی سوانح عمری و اپدیش منجری مصنفہ سوامی دیانند صاحب سے بجنسہ نقل کر دیتے ہیں

بھنگ نوشی "سوامی جی قصبہ چھلیال گڑھ میں گئے۔ وہاں اُن کو بھنگ پینے کی بُری عادت پڑ گئی۔ چنانچہ اکثر وہ اس کے نشہ سے مدہوش ہو جاتے"۔

سوانحعمری مشمرتبہ رادھا کشن آریہ

بت پرستی - "ایک بیراگی ایک مورتی (بت) رکھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ بات چیت ہونے پر وہ بولا کہ انگلی میں سونیکا چھلا ڈال کر ویراگ کی شدھی کیسے ہو سکتی ہے۔ مجھے اسطرح کہہ کر میرے تینوں چھلے مورتی کی بھینٹ (نذر) کرائے"

(اپدیش منجری مصنفہ سوامی دیانند صفحہ ۶۶)

دروغگوئی "سوامی جی کو جب باپ نے پکڑا تو (سوامی جی) نے کہا یہاں سے میرا ارادہ گھر کی طرف ہی جانے کا تھا۔ گو سوامی جی اپنے والد کے ساتھ گھر جانے کا اقرار کرتے تھے۔ لیکن دل میں وہ اپنے ارادہ پر ویسے ہی مستقل تھے۔" سوانح عمری صفحہ ۱۱

ہمہ اوست "سوامی جی ایک عرصہ تک اپنے آپ کو خدا سمجھتے رہے۔"

(شاید ہمہ اوستی رہے ہوں)

(سوانحعمری سوامی دیانند مرتبہ دلیت رام صفحہ ۳۱)

دھوکہ دہی "جب سوامی کے باپ نے اُن کو پکڑ لیا تو سپاہیوں کے حوالے کر دیا۔ کہ اس کی حفاظت کی جائے۔ اس کے متعلق خود سوامی جی فرماتے ہیں

"جہاں میں سوتا تھا۔ ایک سپاہی میرے سرہانے بیٹھا جاگتا رہتا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ اس سپاہی کو دھوکہ دیکر نکل جاؤں اور اس لئے میں تحقیق کرنے کے لئے کہ آیا سپاہی رات کو سوتا ہے

پا نہیں۔ خود بھی جاگتا رہا۔ ....
سپاہی کو تو یہ یقین ہو جاتا کہ میں سو رہا ہوں اس لئے میں ناک سے گھڑ گھڑ ایسی آواز کر لیا کرتا تھا اس طرح پر تین راتیں جاگنا پڑا۔ چوتھی رات سپاہی کو نیند آگئی۔ تب ایک لوٹا ہاتھ میں لے باہر نکلا۔ کوئی دیکھے تو بھی ایسے کہدیا جائے کہ رفع حاجت کے لئے گیا تھا۔ اس لئے لوٹا لے گیا تھا۔ گھر سے باہر نکلا تو گاؤں کے باہر ایک باغ تھا۔ اس میں چلا گیا۔ صبح کا وقت آتے ہی ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس طرح پر ایک دن بھر اس درخت کے اوپر بھوکا بیٹھا رہا۔ رات کے سات بجے نیچے اتر کر راستہ لیا۔" آریہ پتر بیش بیجونی ص۱۶۷ و ۱۶۸

یہاں انھیں واقعات پر اکتفا کی جاتی ہے اور بھی کئی ایک ایسے افعال کا پتہ چلتا ہے۔ جو سوامی جی سے سرزد ہوئے۔ مگر طوالت مضمون کے خوف سے ان کا یہاں نقل کرنا دشوار ہے۔

ناظرین انھیں واقعات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس شخص سے ایسے افعال سرزد ہوئے ہوں کیا ہم اس کو معصوم بے گناہ کہہ سکتے ہیں۔ پس ان افعال کے ہوتے ہوئے اور اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ "گناہ معاف نہیں ہوتے" ہم اس نتیجے تک پہنچے کہ سوامی جی کا ویدوں پر پورا پورا عمل نہ تھا اور وہ مکتی پانے کی بجائے تناسخ کی رُو سے کسی دوسری جون میں ہونگے۔ اسی طرح "آریہ مسافر" کی حالت ملاحظہ ہو۔ خود ہی صاحب موصوف گلفشانی فرماتے ہیں

پنڈت لیکھرام کی خود بیان کردہ حالت

"طبیعت ورطۂ حیرانی میں پھنسی رہی۔ اور انہی ایام میں بت پرستی کی سوجھی۔ برسوں کرشن جی اور مہادیو کی پوجا سے سروکار رکھا۔ اور انہی کو اپنا مالک اور پروردگار جان کر جبہ سائی ہوتی رہی۔ بیماری کے دنوں میں کئی بار خانقاہوں سے مرادیں مانگنی پڑیں۔ اور بارہا دیوتاؤں سے ملتجی ہوا" الخ کلیات ص۲۳ کالم

آریہ سماج کے مسافر صاحب بقول خود اوائل عمر میں ان باتوں میں پھنسے رہے
جب ایسا ہے تو وہ کیسے مکتی پا سکتے تھے کیونکہ گناہ تو بغیر سزا کے معاف ہی نہیں ہو سکتے وہ خود اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"گناہ کی سزا ضرور ملیگی۔ ایک شوشہ نہ ٹلیگا"
کلیات ص۵۰

پس معلوم ہو گیا کہ مکتی پانے کی بجائے۔ وہ ان گناہوں کی بدولت جن کے وہ خود اقراری ہیں تناسخ کی رُو سے طرح طرح کی جونوں کی ہوا کھا کر پرسن ہوتے ہونگے۔

آخری فیصلہ

پس جب آریوں کے ہر دو بزرگ ویدوں پر عمل کرتے ہوئے بھی نجات کا منہ نہ دیکھ سکے۔ تو دیگر آریوں کا یہاں کیا ذکر ہمارے خیال میں تو آریہ سماجیوں میں کوئی ایسا شخص ہی نہیں جو چاروں وید کنٹھ کئے ہو پس جب وید ہی کوئی نہیں پڑھا ہوا۔ تو پورا پورا عمل کہاں جب عمل نہیں تو مکتی کیسے مل سکتی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ سوامی جی نے جو مکتی کی تعریف کی تھی کہ "مکتی محدود" ہے۔ جہاں وہ باطل ٹھہری۔ وہاں اس کے حاصل کرنے کے وسائل بھی بدلائل باطل ہو گئے۔

بوقت فرصت انشاء اللہ ہم بتلائیں گے۔ کہ دنیا میں صرف ایک اسلام ہی ہے۔ جس کے ذریعہ انسان نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ فقط

فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

اڈیٹر صاحب اہلحدیث سے مطالبہ

(از طرف جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد)

حال میں اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۰ شوال سنہ حال مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء ہماری نظر سے گذرا جس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ہمارے چیلنج انعامی دس ہزار کے متعلق غور و تدبر سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ جس کا ہم کو بہت ہی افسوس ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اڈیٹر صاحب اہلحدیث نے چیلنج پر سرسری نظر ڈالی ہے۔ جب ہی تو یہ لکھا ہے۔ کہ "حیدرآباد دکن سے ایک آواز آئی ہے جس کا مضمون ہے کہ ہم نے جو رسالہ (تائید مرزا میں) شائع کیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم دس ہزار روپیہ انعام کا چیلنج دیتے ہیں" ص۱ ک۳ سطر۲

اس کے متعلق ہم یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے چیلنج میں یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ جو ہمارے اس رسالہ کا جواب دیگا اس کو دس ہزار روپے ملیں گے۔ اگر اس رسالہ میں اس طرح کی صریح عبارت اگر کہیں ہے تو پیش کرنا اڈیٹر اہلحدیث پر واجب ہے۔

جناب والا ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ رسالہ محولہ کے صفحات ۳۳۔ ۳۴ کے مطابق اگر کوئی شخص بصورت انکار حضرت مرزا صاحب (صلوات اللہ وسلامہ) کسی دوسرے صادق مدعی کو پیش کرے تو اس کو دس ہزار روپے دئے جا سکیں گے۔ نہ کہ جواب کو کیونکہ ہمیں تو صرف ایسے امام زمان و مجدد وقت کی ضرورت ہے۔ جو حسب منہاج نبوی منجانب اللہ ہدایت خلق کے لئے بزبان خداوندی مبعوث کیا گیا ہو۔ جیسے کہ ہماری نظروں میں حضرت مرزا صاحب مغفور و مبرور کی ذات والاصفات ہے۔ نہ کہ صرف جناب کے جواب کی ضرورت۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ حسب شرائط صفحات ۳۳۔ ۳۴۔ رسالہ مذکورہ ایسے شخص کو پبلک کے سامنے پیش کر دیں گے جو زمانہ کے امام یا مجدد وقت ہونیکا مدعی ہو۔ بانی زمانہ کم از کم اس کا جانشین یا قائم مقام ہو کہ جس نے حسب اعلانات مشتہرہ رسالہ زیر بحث اپنے آپ کو تمام دنیا کے سامنے پیش کیا ہو۔ اور اپنی صداقت منوا دی ہو۔ اب جناب وکالت کی زیادہ تکلیف گوارا نہ فرما دیں بلکہ اس مدعی کو پیش کر دیں تاکہ مدعی سست گواہ چست والا نقشہ نہ ہو سکے باقی روپے کا معاملہ تو اس کا بھی اپنے چیلنج میں بخوبی فیصلہ کر دیا ہے ملاحظہ ہو ص۳۔ یقیناً ہمارے مدعا کو آپ خوب سمجھ گئے ہونگے امید ہے کہ آپ اخبار کے ناظرین کو مزید انتظار میں نہ رکھ کر ہمارا جواب بھی اپنے اخبار میں جلد شائع فرما دیں گے۔ ہم

شملہ میں مولوی ثناء اللہ کے ساتھ تحریک مباحثہ کی اصل حقیقت

تمہید فی زمانہ مادہ پرستی کا زور ہے۔ جس کو دیکھو ہمہ تن دنیا کی طرف جھکا ہوا ہے دینی معاملات میں بھی چالاکی سے کام لیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ بالکل یاد نہیں رہا۔ لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح ان کو اپنے ساتھ ملا لینا ہی بڑی کامیابی ہے۔

یخدعون اللہ والذین آمنوا ج وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون

۱/۲۔ ظاہرا بہانداری دکھا کر لوگوں کو فریب دیدینا آسان ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے سکتے جو لوگ ریاکاری کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں خود ہی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی تدابیر کچھ کام نہیں آئینگی۔

اہلحدیث کا بیان مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہلحدیث میں لکھا ہے۔ کہ ہم گویا مباحثہ سے فرار ہو گئے ہیں۔ اور ایسا ہی بیان بھی اسی قسم کا ایک اشتہار کسی غیر ذمہ وار اور غیر معروف شخص کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے۔ اور بلا وجہ ہمارے امام پاک کے حق میں سخت بدزبانی اور دشنام دہی سے کام لیا گیا ہے۔ اور ہمیں فرار کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے صرف ثالث کے فیصلہ پر انحصار کرنے سے انکار کیا۔ اور باقیماندہ جملہ شرائط پر بحث کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

تحریک مباحثہ کی ابتداء جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے شملہ میں آ کر ہمارے خلاف تقریریں شروع کیں اور حسب عادت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مباہلہ کا خصوصیت سے ذکر کیا تو ہم نے ہر چند چاہا کہ ہمیں جواب کا موقع دیا جائے۔ تو کسی نے اجازت نہ دی۔ مولوی صاحب خوب جانتے تھے کہ ہے اعتراضات کے بخیے ادھیڑ دیئے جائینگے اس لئے خاموش رہے۔ عوام الناس میں اتنا حوصلہ اور تاب کہاں کہ ہمارے جوابات سننے کے لئے آمادہ ہوتے۔

آخری فیصلہ کے متعلق دو اشتہار آخر ہم نے یکے بعد دیگرے ان کے مباہلے کے متعلق دو اشتہار دیئے۔ اور واضح کر کے دکھایا کہ اول مولوی صاحب نے مباہلہ سے انکار کیا اور بالمقابل دعا نہیں کی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کو بطور دلیل نہیں پیش کیا جا سکتا۔

دوئم۔ مولوی صاحب نے اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ رکھکر ان کا اپنا فتویٰ ہی ان پر وارد کر دیا۔

جواب ندارد ان اشتہارات کا مولوی صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ انتظار کر کے ہم نے ان کو تحریری مباحثہ کی دعوت دی اور مفصلہ ذیل اصولوں کی بنیاد پر چند ایک شرائط پیش کیں۔

ہماری شرائط (۱) ہار جیت نہو۔ یعنی بحث کا فیصلہ کسی ثالث کے سپرد نہو بلکہ پبلک خود نتیجہ نکال لے۔

(۲) بحث بالترتیب جملہ ضروری مسائل پر کیجائے سب سے پہلے وفات مسیح علیہ السلام پر پھر نزول مسیح موعود۔ اس کے بعد ختم نبوت اور بالآخر حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت اور نبوت ضمناً پیشگوئیوں پر بحث۔

(۳) فریقین کو مساوی رعائتیں دیجائیں۔

شرط اول کے متعلق ہم نے کھول کر بتلا دیا کہ ہماری غرض ریاء و نمود نہیں۔ بلکہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ عوام الناس کو طرفین کے دلائل سنکر حق کی جانب رہنمائی ہو۔ سامعین اپنی اپنی فہم و فراست کے مطابق مختلف نتائج نکالا کرتے ہیں۔ ثالث بھی آخر ایک سامع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے نہ اس کا فیصلہ قابل سند ہو سکتا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو چونکہ بخوبی علم ہو چکا ہے۔ کہ غیروں کو ہمارے ساتھ نہ کچھ ایسی ہمدردی ہے۔ اور نہ وہ ہماری پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے اول تو انہوں نے جواب دیا کہ تصفیہ شرائط ایک سب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے مگر بعد ازاں چند ایک شرائط مرتب کر کے بھیجیں جن کا ماحصل یہ تھا۔

ثنائی شرائط مباحثہ مرزا صاحب کی الہامی صداقت پر ہوگا۔ مولوی ثناء اللہ مدعی تکذیب ہونگے۔ وہ شروع کریں گے اور ختم بھی وہی کریں گے ایک یا کئی ثالث فیصلہ دیں گے۔ جس کا یہ اثر ہوگا کہ فریقین آئندہ کو وہی اعتقاد ظاہر کریں گے۔ جو فیصلہ کا مضمون ہوگا۔

جس کے برخلاف فیصلہ ہوگا وہ مسلمانان شملہ کی افطاری کے لئے یکصد روپیہ دیگا۔

فیصلہ ثالث کے متعلق انہوں نے یہ اسناد پیش کیں۔ حضرت صاحب کا اشتہار براہین احمدیہ حصہ اول۔ مولوی محمد علی اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بحث کی تحریک دربارہ اسمہ احمد۔ مباحثہ شملہ و لدھیانہ۔ اور اثر فیصلہ کے متعلق آیت قرآنی ویسلموا تسلیما کی طرف توجہ دلائی۔

ثالث کا فیصلہ ماننے سے ہمارا انکار اور اسکی وجہ ان شرائط میں ہماری پیش کردہ اصول ثلاثہ میں سے کسی ایک اصل کو بھی مدنظر نہیں رکھا گیا تھا تاہم ہم نے ثالث کے فیصلہ کو نور دکر دیا۔ مگر باقی تمام شرائط مختصر ترمیم کے بعد منظور کر لیں۔ فیصلہ ثالث کے متعلق جواب دیا کہ نص قرآنی اس کی مانع ہے۔ چنانچہ وارد تنزیل ہے الم تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون

ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلاً بعیدا۔ پ۵

اس کھلے حکم ربانی کے ہوتے ہوئے مولویصاحب کا مباحثہ شملہ ولدھیانہ کو ہمارے لئے بطور سند پیش کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انھیں مباحثوں نے ہمیں اس بات پر مضبوطی سے قائم کر دیا ہے کہ ہم کسی غیر کے فیصلہ پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ اسی لئے مباحثہ لدھیانہ کے متعلق دوبارہ فیصلہ کے واسطے ثالثوں کے سپرد حلف موکد بعذاب کی شرط پیش کی جاچکی ہے حضرت مرزا صاحب وحضرت میاں محمود احمد صاحب کا طرز عمل بیشک ہمارے واسطے حجت ہے۔ سو حضرت مرزا صاحب نے جو انعامی کتابیں اور رسالے لکھے ان میں چونکہ مکمل دلائل جمع کر دیئے۔ اس لئے ان کے لئے تو بیشک ثالث مانے۔ مگر مباحثات میں کبھی ثالث کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا۔ حضرت میاں صاحب نے بھی آجتک کسی مباحثہ میں ثالث کے فیصلہ کو قابل تسلیم قرار نہیں دیا۔ مولوی محمد علی صاحب سے جو معاملہ پیش آیا۔ وہ اول تو ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔ اور دوئم جو طرز فیصلہ قرار دی ہے۔ وہ بالکل مختلف ہے۔ قرانی حکم جس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ پ۵

یہ حکم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اس کے ماتحت ہم حضور کے کسی نائب مامور من اللہ کے فیصلہ کو تو ناطق سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسے نائب کا حکم ماننا خود حضور ہی کی تابعداری ہے۔ اور پھر ایسے مامور کا خلیفہ بھی چونکہ اصل کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے ہم اس کا حکم بھی مانتے ہیں۔ مگر کسی کے قیاس یا ظن کو حجت نہیں سمجھتے۔

تصفیہ شرائط کمیٹی کے سپرد

اس پر مولوی ثناء اللہ نے پھر لکھا کہ تصفیہ شرائط سب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے ہم نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پیش کردہ اصول تسلیم کر لو تو باقیماندہ شرائط کمیٹی کے سپرد ہو سکتی ہیں۔ وہ رضامند نہ ہوئے۔ لہٰذا خط وکتابت بند کر دیگئی۔ مگر بعد میں بعض دوستوں نے کہا کہ آجکل مختلف مذاہب میں مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ ان میں ثالث کے فیصلے نہیں ہوتے آریوں اور دوسرے مسلمانوں اور عیسائیوں کے ہمارے ساتھ مباحثے ہوئے ہیں۔ خود مولوی ثناء اللہ نے آریوں سے بحث کی ہے جس میں ثالث کے فیصلے کا دخل نہیں تھا۔ اس لئے اگر کمیٹی مقرر کر لیجائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ ہم رضامند ہو گئے جو ممبر مقرر ہوئے ان میں ایک صاحب لالہ کا نشی رام صاحب سکرٹری برہمو سماج تھے۔ ان کا نام ہماری طرف سے تجویز کیا گیا تھا۔ یہ صاحب معمر فہیم اور تجربہ کار ہیں۔ اور ہمیں امید تھی کہ ان کی وجہ سے نہایت اعلیٰ شرائط طے پائیں گی۔ مگر دوسرے دن مولوی ثناء اللہ اور ان کے ہمراہیوں نے آپس میں مشورہ کر کے انکار کر دیا۔ کہ ہمیں ان کا ممبر رہنا منظور نہیں حالانکہ کوئی وجہ نہیں تھی۔ کہ پہلے منظور کر کے بعد میں اُن کو رد کیا جاتا ہم چونکہ چاہتے تھے کہ مباحثہ ضرور ہو جائے۔ اس لئے ہم نے سادگی کے طور پر ایک اور صاحب کا نام تجویز کر دیا سب کمیٹی کے تین ممبر تھے دو ہندو آریہ اور ایک مسلمان غیر احمدی۔ ہم نے کمیٹی کے سامنے بھی بدلائل قرآنی کہا کہ ثالث کا فیصلہ ہم نہیں مان سکتے۔ اور اس پر بہت زور دیا۔ مگر انھوں نے فیصلہ کیا کہ مباحثہ حضرت صاحب کے الہامات کے بارے میں ہو۔ مولوی ثناء اللہ مدعی تکذیب اور ہم مدعی تصدیق ہوں جو شروع کرے وہی ختم کرے تین ثالث غیر مذاہب کے فیصلہ دیں کہ کونسا فریق غالب رہا وغیرہ وغیرہ۔ ممبران کمیٹی کی نیت کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر جیسا کہ ان کے طے کردہ شرائط سے ظاہر ہے ہرسہ اصحاب بوجہ اصول اسلام سے ناواقف ہونے کے غلطی کر گئے۔ اور اس سے ہمیں اور یقین ہو گیا کہ دین کے کسی معاملہ میں غیر پر اعتماد کرنا بڑا مشکل ہے۔ وہ اچھی طرح ہماری پوزیشن نہیں سمجھ سکتے۔ ہم چونکہ بحیثیت جماعت ایک امام واجب الاطاعت کے ماتحت ہیں۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ ربہ کی منظوری حاصل کرنی ضروری تھی۔ ہم نے تمام کاغذات حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بھیجدیئے۔

خلیفہ کا فیصلہ

اور مولوی ثناء اللہ کو لکھدیا۔ کہ جب تک منظوری نہ آئے ہم کچھ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی اہلحدیث میں اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ اور ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے۔ حضرت میاں صاحب نے لکھا کہ حضرت صاحب کے الہاموں کے متعلق غیروں سے فیصلہ چاہنا خلاف اسلام اور خلاف ایمان ہے چنانچہ یہی جواب ہم نے مولوی ثناء اللہ کو دیدیا اور لکھدیا کہ باقیماندہ شرائط پر ہم ہر وقت بحث کرنیکو طیار ہیں۔ جب چاہو بحث کر لو۔

ایک عقلی دلیل

مولوی صاحب قرآن کی دلیل کا جسے ہم بار بار پیش کرتے تھے۔ عمداً نہ انکار کرتے تھے نہ اقرار۔ اس لئے ہم نے انھیں سمجھانے کے لئے یہ بھی لکھا کہ ثالث کا فیصلہ بہر حال یا صحیح ہو گا یا غلط اگر غلط ہوا تو لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو گا اور اس کے ذمہ دار ہر دو فریق ہونگے۔ اور دونوں پر اس کا وبال پڑیگا سو ہم تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ عذاب لینے کے لئے تیار نہیں ہیں امید ہے آپ بھی پرہیز کریں گے کیونکہ اگر فرضاً آپکے ساتھ کوئی شخص صداقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس شرط پر بحث کرنی چاہے۔ کہ کسی غیر مسلم سے فیصلہ لیا جائے۔ تو آپ ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ اور نہ آجتک کسی نے ایسا کیا ہے۔

اس خط کا جواب مولوی ثناء اللہ کی طرف سے کوئی نہیں آیا۔ مگر شملہ میں ان کے طرفداروں نے لکھ بھیجا۔ کہ بغیر فیصلہ ثالث مباحثہ لاحاصل ہے۔

غرض یہ ہے امر واقعہ جسپر شور مچایا جاتا ہے۔ کہ ہم بھاگ گئے۔ ہم پر اگر الزام دیا جاتا ہے تو صرف اتنا کہ ہم ثالث کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ جو نص قرآنی کے خلاف ہے

گر مولوی ثناء اللہ اور ان کے ہمراہیوں نے لاکھ کا فتنہ اٹھایا اور صاحب کا تقریر منظور کرکے بعد میں جو انکار کر دیا اس کے واسطے ان کے پاس کوئی حجت شرعی نہیں۔ لیکن ہم پھر بھی در گذر کی۔ اور خواہ مخواہ ضد نہ کی۔ تا کہ کسی طرح بحث ہو جاوے۔ مگر افسوس مولوی ثناء اللہ اور ان کے ہم خیالوں نے قرآن کے حکم کے خلاف ضد کو نہ چھوڑا اور خواہ مخواہ یہ مشہور کر رہے ہیں۔ کہ گویا ہم بھاگ گئے اگر خدا کے حکم کی تعمیل کا نام ہی بھاگ جانا ہے۔ تو ہمارے مخالفوں کو نہ بھاگنا مبارک ہو۔ ہم ایسی جھوٹی رٹ کو ایک لعنت سمجھتے ہیں۔ ہم خدا کے فضل سے معقول اور شائستہ طرز پر ہر وقت بحث کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم ریا و نمود پسند نہیں کرتے۔ اور نہ ہمیں لوگوں کی حمد و ثنا سے سروکار ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے۔ کہ عوام الناس کو طرفین کے دلائل معلوم ہو جائیں۔ تا کہ وہ اندازہ کر سکیں کہ حق کس طرف ہے۔ اور یہی غرض ہر مومن کی ہونی چاہئے۔ جن مباحثات میں یہ غرض مدنظر نہیں رکھی جاتی۔ بلکہ محض ارجحیت اور لوگوں کی تعریف حاصل کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔ ہم ان کو فضول اور لغو سمجھتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے جھگڑوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ایماندار کون ہے اور شیطان کون۔ ہم ایسی بیہودہ گوئیوں کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ ہمارے پیر و مرشد کے حق میں جو بد زبانی کی گئی ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں جواب دیدیتے ہیں ؎

اے عجب از سرشت اے پر غضب
از حقیقت بے خبر و ور از ادب
نیستی گرگ بیابانی نہ مار
ترک کن ایں خو و از حق شرم دار
از پئے تقوی ہمیں باید جدال
تا کجا دشنامہا اے بد خصال
دل شود از بد زباں ہا بس سیاہ
بد زبانان را ورا نجا نیست راہ

مسیح موعود کی صداقت

باقی رہا یہ امر کہ "اگر کسی مرزائی صاحب میں ہمت ہو اور وہ اپنے رسول قادیانی کو سچا ثابت کرسکتا ہو تو میدان میں آئے" سو جو شخص نیک نیتی اور ایمانداری سے تحقیق حق کرنا چاہے ہم اس کے ساتھ ہر وقت گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں اور بفضل خدا تعالیٰ دلائل قرآنی سے صداقت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ بلکہ حقیقتاً دیکھا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رسالت کو کسی کی وکالت کا محتاج نہیں رکھا۔ ؎

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

(۱) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ یا کہ (۲) عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول الخ

(۳) ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او کذب بآیته انه لا یفلح الظلمون

(۴) اولم یروا انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها۔ ان آیات ربانی کی طرف غور کرو کہ دنیا پر طرح طرح کے عذابوں کا مستولی ہونا حضرت مرزا صاحب کا ان عذابوں کے متعلق قبل از وقت دنیا کو مطلع کرنا اور صدہا دوسری پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور باوجود مخالفوں کی سخت معاندانہ کوششوں کے لاکھوں سعید روحوں کا آپ کی طرف کھنچے چلے آنا کیا یہ نشانات آپ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ مفتری علی اللہ کے ہلاک کرنے کو تو وہ ذات تمہاری کافی ہے۔ مگر یہاں تو تمام مخالفوں کے منصوبے جو اس کے قتل کے لئے تھے مٹ گئے اور وعدۂ الٰہی واللہ یعصمک الخ پورا ہوا بیشک یہ نشانات کافی ہیں۔ مگر ان کے واسطے جو چشم بینا اور قلب سلیم رکھتے ہوں ورنہ جن کو نور ایمان حاصل نہیں ہوتا تو یہی حال ہوتا ہے۔ کہ ع

صد نشاں بنید و غافل بگذرند

وما تأتیهم من آیة من آیات ربهم الا کانوا عنها معرضین۔

دعا | ہم دلائل دیکھتے ہیں کسی کو منوانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ پس ہم یہی دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مخالفین کو شناخت [illegible] آمین۔ [illegible] برکت علی سکرٹری انجمن احمدیہ [illegible]

ہندوستان کی خبریں

مسٹر حسن امام پر حملہ کا انجام۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر کلیپٹن سکرٹری گورنمنٹ صوبہ بہار کو اس وجہ کو معزول و برطرف کر دیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے چند دن ہوئے مسٹر حسن امام پر ریل گاڑی میں نامناسب سلوک کیا تھا۔

"کامن ویل" کا داخلہ بند مسز بسنٹ کے دوسرے اخبار "کامن ویل" کا داخلہ بھی پنجاب گورنمنٹ نے اپنے ہاں بند کر دیا ہے

دہلی کے ایک درویش نظر بند کی رہائی سید احمد [illegible] صاحب کو جو خواجہ حسن نظامی صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں دہلی کے حکام نے نظر بندی سے رہا کر دیا ہے۔ یہ کئی سال سے نظر بند تھے۔

مولوی محبوب عالم صاحب کی روانگی ۲۲- اگست کو مولوی محبوب عالم صاحب بحیثیت ممبر پریس پارٹی لاہور سے بعزم یورپ روانہ ہوگئے۔

مسٹر گاندھی کی علالت معلوم ہوا ہے۔ کہ چند روز سے مسٹر گاندھی سخت بیمار ہیں۔

ایک میونسپل کمشنر پر مقدمہ ملتان میں ۲۲- اگست کو نور مصطفیٰ میونسپل کمشنر پر جعلی پرونوٹ عدالت میں پیش کرنے پر مقدمہ چلایا گیا ہے

دھولپور میں آریوں کا ہنگامہ دھولپور میں حکام کے مقابلہ کی غرض سے جو آریہ گئے تھے انہیں پولیس کے ذریعہ تنازعہ جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے۔ لاجپت رام وغیرہ آریہ وہاں چلے گئے ہیں۔ حضور وائسرائے کو مداخلت کے لئے تار دیا گیا ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس۔ بمبئی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۳۰-۳۱- اگست کی بجائے ۳۱- اگست اور یکم ستمبر کو ہوگا۔

پنجاب میں بھرتی ماہ جولائی میں پنجاب میں ۱۸ ہزار سو آدمی بھرتی ہوئے۔ یعنی مطلوبہ تعداد سے ایک ہزار زیادہ ضلع گجرات نے اپنے مطالبے سے دو چند تعداد دی ہے۔

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر [illegible] سے شائع ہوا۔